قضاۃ اوران کے حدود ولایت

مفتی محمد نظام الدین مصباحی (الہند)

مبحث کا تعین

قاضی ایک تو وہ ہے جس کو کسی سلطان اسلام نے مقرر کیا ہو۔ یہاں بحث اس قاضی سے متعلق ہے جو ایسے بلاد میں ہو جہاں سلطنت اسلامی نہ ہو اور امور دینیہ میں اعلم علمائے بلد ہونے کے باعث مرجع ہو بلفظ دیگر جو اپنے علم وفقہ کے باعث قضا کے لیے منتخب بانتخاب الٰہی ہو۔

فتاوی رضویہ میں ہے :''جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں امامت عامہ اس شہر کے اعلم علمائے دین کو ہے۔ جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں...... ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں امام عام ہے۔ (فتاوی رضویہ ۳/ ۲۰۵۔ ملخصا)

اسی میں دوسری جگہ ہے:

''اور جہاں اسلامی ریاست اصلانہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لیے مقرر کرلیا تو وہی قاضی شرعی ہے۔ **فی جامع الفصولین :واما فی بلاد علیھا ولاۃ کفار فیجوز للمسلمین اقامۃ الجمع والاعیاد ویصیر القاضی قاضیا بتراضی المسلمین .**

اور اگر ایسا نہ ہو تو شہر کا عالم کہ عالم دین وفقیہ ہو اور اگر وہاں چند علماء ہیں تو جو ان سب میں زیادہ علم دین رکھتا ہو، وہی حاکم شرع ووالی دینِ اسلام وقاضی ذی اختیار شرعی ہے۔ مسلمانوں پر واجب کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں،،۔ (فتاوی رضویہ ۷/ ۳۲۸)

عالم وفقیہ سے مراد: فقیہ سے مراد وہ سنی صحیح العقیدہ عالم دین ہے جو کثیر فروع فقہیہ کا حافظ ہو اور پیش آمدہ مسائل کے احکام صحیحہ، رجیحہ، مفتی بہا مذہب کی کتب معتمدہ سے نکال سکے اور اعلم علمائے بلد وہ سنی صحیح العقیدہ فقیہ ہے جو اپنے علاقے کے فقہا میں سب سے زیادہ احکام شرعیہ فرعیہ مفتی بہا کا عالم اور مرجع فتویٰ ہو۔ (ماخوذ از تحریر، ردالمحتار، فتاوی رضویہ وغیرہ)

گر خدا خواہی بجز حب رسول......... این خیال است ومحال اے بوالفضول

عالم وفقیہ کی تعریف، اعلم علمائے بلد کی تعیین اور بحیثیت قاضی منجانب اللہ اس کے تقرر کی توضیح کے بعد یہ بحث شروع ہوئی کہ ایک قاضی کا دائرہ ولایت وعمل کیا ہوگا؟ مندوبین کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک شہر کے اعلم علما کا دائرہ قضاوعمل اس کا اپنا شہر اور اس کے قرب وجوار کا علاقہ ہے اور اعلم علمائے ضلع کا دائرہ قضاوعمل پورا ضلع ہے۔ اور اعلم علمائے ریاست کا دائرہ قضاوعمل پوری ریاست ہے اور اعلم علمائے ملک کا دائرہ قضاوعمل پورا ملک ہے۔

''اعلم علمائے بلد'' کا دائرہ قضاوعمل مختلف اضلاع کے اربابِ حل وعقد کے اتفاق سے اپنے قطر سے تجاوز کر کے متعدد اضلاع یعنی کمشنری بلکہ ریاست کو بھی عام ہوسکتا ہے یوں ہی پورے ملک کے قاضی کا تقرر بھی ارباب حل وعقد کے اتفاق سے ہوسکتا ہے۔

اس کا ماخذ درج ذیل عبارتیں ہیں:

''ان شہروں میں کہ سلطان اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے،، (فتاوی رضویہ) اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام ملک کے ارباب حل وعقد کا ایک عالم پر اتفاق ہو جائے تو وہ پورے ملک کا قاضی ہوگا۔

حدیقہ ندیہ کی عبارت ''فان عسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر .الخ۔ بھی اسی امر کی شاہد ہے۔

ان عبارات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر کوئی اعلم علمائے بلاد ہو، یا اعلم علمائے ملک مگر اس پر سب کا اتفاق نہ ہوسکے تو اسے اپنے فیصلوں کی تنفیذ اور امور قضا کی سماعت اپنے ہی ضلع کی حد تک محدود رکھنی چاہیے۔ الا یہ کہ اہم دینی ضرورت پیش آجائے۔

سوال: اس زمانہ میں پوری ریاست اور پورے ملک کے لیے قاضی کا تقرر کیسے ہوگا؟

جواب: یہ حق علما وارباب حل وعقد کا ہے۔ لیکن اگر ارباب حل وعقد اپنی ذمہ داری سے غافل ہوں، کسی اہل کا تقرر بحیثیت قاضی ضلع، یا قاضی ریاست یا قاضی ملک نہ کریں تو جس کی طرف عام طور پر مسلمان اپنے دینی امور کے لیے رجوع کریں اسے بحیثیت قاضی یہ ذمہ داری سنبھال لینی چاہیے تاکہ مسلمانوں کے دینی امور اور خصومات متعلقہ معلق نہ رہیں۔

فتاوی رضویہ میں ہے: ''رجوع مسلمین بلد بسوے او' درخصومات، وترافع باو درقضایا، ورضا بحکمش درفیصلہا برائے قاضی شرعی اوسند ست کہ ہمچو حالت تراضی مسلمین نائب مناب تقلید وتولیہ سلطان دین ست،،۔ (۳۲۷/۷)

نوجواں وقتیست نازک ہوشدار.........ایں پیام فیض عاجز گوشدار

بعض مقالہ نگار حضرات نے یہ تحریر کیا تھا کہ پورے ملک کا ایک قاضی تو ہو سکتا ہے مگر اس کا اعلان ہلال صرف اس کے شہر اور اس کے گردونواح کے لیے قابل عمل ہوگا۔اس سے زیادہ کے لیے کتاب القاضی الی القاضی بشرائط معلومہ یا ایسے ہی کسی طریق موجب کا اختیار کرنا ضروری ہے۔اس کے باعث اس مسئلہ پر بحث وتمحیص کے بعد یہ طے ہوا کہ:

چاند کا شرعی ثبوت بلاشبہہ ان ہی مقررہ طریقوں سے ہوگا جو کتب مذہب میں مذکور ہیں۔یعنی (۱) رویت (۲) شہادت (۳) شہادت علی الشہادۃ۔(۴) شہادت علی القضا (۵) استفاضہ (۶) کتاب القاضی الی القاضی

دوسرا کام یعنی شرعی ضابطوں کے مطابق ثبوت فراہم ہو جانے کے بعد چاند کا لوگوں میں اعلان اور اس کی تشہیر ،اس کے لیے شہادت کی یا معلن کے عادل ہونے کی شرط ہرگز نہیں۔

عالمگیری میں ہے:

"خبر منادی السلطان مقبول عدلا کان اوفاسقا ،،چاند کا شرعی ثبوت ہو جانے کے بعد ذمہ دار قاضی اعلان کے لئے لاؤڈ اسپیکر، ریڈیو، ٹیلی فون ،فیکس وغیرہ آلات جدیدہ کا سہارا لے سکتا ہے۔البتہ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ان ذرائع کو ممکنہ حد تک ناخدا ترسوں کے دھوکہ، فریب اور جھوٹ کے اندیشے سے محفوظ رکھا جائے تا کہ سننے والوں کو اعلان کے صدق وصحت کا غلبہ ظن حاصل ہو۔یا ایسی تدبیر بتادی جائے جس کے ذریعہ سننے والے یہ تصدیق حاصل کرسکیں کہ یہ اعلان ہمارے قاضی یا قاضی القضاۃ ہی کا ہے دوسرے کا نہیں۔مثلا لاؤڈ اسپیکر سے اعلان اپنے شہر تک محدود رکھے،فیکس کو اپنی اصل تحریر میں لکھے یا کم از کم قلمی دستخط ثبت کرے اور اپنے اور اپنے بعض معتمدین کے موبائل وفون نمبرس بھی بیان کردے،جن کے ذریعہ سننے والے تصدیق حاصل کرسکیں

اور اگر قاضی القضاۃ ریڈیو کے ذریعہ اعلان کرے تو اسے درج ذیل تدابیر اختیار کر کے قابل اعتبار بنائے۔

(الف) اپنا فیصلہ اپنی نگرانی میں ٹیپ کرائے اور دوبارہ سن کر یہ وثوق حاصل کرلے کہ فیصلہ صحیح ٹیپ ہوا ہے۔

(ب) پھر اپنی یا اپنے معتمد خاص کی نگرانی میں ریڈیو سے وہی ٹیپ بلاترمیم نشر کرائے۔

(ج) اس اعلان میں اپنا نام ،عہدہ ، پتہ بھی بتادے۔اسی طرح اپنا اور اپنے چند معتمد اشخاص کے ٹیلی فون اور موبائل نمبرس بھی دو تین بار صاف صاف بیان کردے اور بتائے کہ یہ اعلان میرا ہی ہے جو پوری احتیاط کے

ساتھ نشر ہو رہا ہے جو شخص مزید اطمینان کرنا چاہے وہ مذکورہ نمبروں پر دریافت کر کے تصدیق حاصل کرسکتا ہے۔

(د) اس پورے ٹیپ میں اعلان ہلال کے علاوہ کوئی دوسرا مضمون ٹیپ نہ ہو۔

تنبیہ:

ہندوستان میں ابھی کوئی قاضی القضاۃ مقرر نہیں اور ضلعی پیمانے کے قضاۃ ریڈیو سے اعلان کریں تو پورے ملک پر وہ اعلان نافذ نہ ہوگا، لیکن بے چینی پورے ملک میں پھیل جائے گی، علاوہ ازیں ایسے محتاط اور باوثوق طور پر اعلان کا موقع یہاں فراہم بھی نہیں اس لیے یہاں ابھی ریڈیو سے اعلان ہلال کی اجازت نہیں۔ جس ملک میں قاضی القضاۃ ہوں اور سب شرطیں مہیا ہوں یا ہندوستان میں جب یہ سب باتیں متحقق ہو جائیں تو عمل کی اجازت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔[1]

قاضی القضاۃ کا ایک شہر سے کیا ہوا اعلان پورے ملک میں نافذ ہوگا۔ **لان البلاد فی حقه کالبلدالواحد فحکمه نافذ فی الجمیع .فی الهندیة:وهو نظیر کتاب سائر الرعایاالخ.** .... فتح القدیر اول کتاب القاضی میں ہے:

لان اخبار القاضی لایثبت حجة فی غیر محل ولایته .اه.(**مفهوم هذا:ان اخبار القاضی یثبت حجة فی محل ولایته**)

عنایہ شرح ہدایہ اول کتاب القاضی میں ہے:

وقول القاضیؒ فی غیر موضع قضائه کقول واحد من الرعایا اه.

عالمگیری میں ہے:

اذا قلد السلطان رجلا قضاء یوم یجوز ویتاقت ،واذا قیده **بالمکان یجوز،ویتقید بذلک** المکان .(ص: ۱۲)

بدایۃ المجتهد میں ہے:

وروی المدنیون عن مالک :ان الرویة لاتلزم بالخبرعند غیر **اهل البلد الذی وقعت فیه** الرویة الاان یکون الامام یحمل الناس علی ذلک ،وبه قال ابن الماجشون والمغیرة من اصحاب مالک،واجمعوا انه لایراعی ذلک فی البلد ان النائیة کالاندلس

والحجاز . (ہدایۃ المجتہد ص: ۲۸۸ ج: ا کتاب الصیام، مبحث الرکن الاول)

فتح الباری باب ۱۱ کتاب الصوم میں ہے:

وقال ابن الماجشون : لایلزمهم بالشهادة الالاهل البلد الذی تثبت فیه الشهادة الاان یثبت عند الامام الاعظم ،فیلزم الناس کلهم لان البلاد فی حقه کالبلد الواحد اذ حکمه نافذ فی الجمیع .

حدیث شریف میں ہے:

یابلال اذن فی الناس .

ریڈیو سے قاضی القضاۃ کا اعلان پورے ملک میں نافذ نہ ہونے پر فتاوی عالمگیری کی درج ذیل عبارت سے تمسک کیا جاتا ہے اس لیے اس پر تھوڑی گفتگو مناسب ہے۔

فتاوی عالمگیری جلد سوم میں ہے:

ذکر فی کتاب الاقضیة :ان کتب الخلیفة الی قضاته ،اذا کان الکتاب فی الحکم بشهادة شاهدین شهدا عنده بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی لایقبل الابالشرائط التی ذکرناها . واما کتابه انه ولی فلانا،اوعزل فلانا فیقبل عنه بدون تلک الشرائط،ویعمل به المکتوب الیه اذا وقع فی قلبه انه حق ویمضی علیه ،، .اه

اس عبارت کا صحیح ترجمہ یہ ہے:

”خلیفہ نے اپنے قاضیوں کا خط لکھا (تو اس میں تفصیل ہے) اگر وہ خط اس کے پاس گواہی دینے والے دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں، بمنزلة کتاب القاضی الی القاضی ہو تو وہ کتاب القاضی کی مذکورہ شرطوں کے بغیر نہیں قبول کیا جائے گا۔

اور اگر وہ خط عزل ونصب کے تعلق سے ہے کہ فلاں کو والی بنایا یا فلاں کو معزول کیا تو وہ بغیر شرائط مذکورہ کے مقبول ہوگا، اگر مکتوب الیہ کا اس پر دل جمے کہ یہ خط خلیفہ ہی کا ہے تو اس پر عمل کرتے ہوئے اسے جاری کردے،،۔ (فتاوی عالمگیری، جلد ۳، ص: ۹۷ اطبع قدیم، ۳۴۶، طبع جدید)

اس عبارت میں پہلی شرط ”ان کتب الخلیفة ،، کی جزا محذوف ہے۔ چاہیں تو وہ جزا ”ففیه تفصیل ،، مانیں یا اس کے ہم معنی کچھ اور۔

☆ بیع سلم: قیمت پہلے ادا کرنا اور بیع بعد میں مقررہ مدت پر وصول کرنا ☆

اور دوسری شرط ''اذا کان الکتاب فی الحکم،، کی جزا ''لایقبل الابالشرائط التی ذکرنا ھا،، ہے۔ یہ شرط دوقیدوں کے ساتھ مقید ہے۔(۱)فی الحکم بشھادۃ شاھدین شھداعندہ .(۲)بمنزلۃ کتاب القاضی الی القاضی ۔جب یہ شرط ان دونوں ضروری قیود کے ساتھ پائی جائے گی تب اس پر''لایقبل الابالشرائط،، کا حکم جاری ہوگا اور اگر کوئی بھی ایک قید مرتفع ہوئی تو شرط کا تحقق نہ ہوگا، لہذا اس پر''لایقبل الابالشرائط،، کا حکم بھی جاری نہ ہوگا، کہ اذا فات الشرط فات المشروط تسلیم شدہ ضابطہ ہے۔اب اگر خلیفہ کا خط بمنزلہ کتاب القاضی نہ ہو، جس سے مقصود اثبات حکم ہوتا ہے بلکہ ثابت شدہ حکم کے اعلان کے لیے ہوتو وہاں کتاب القاضی کے شرائط کا لحاظ ضروری نہ ہوگا۔

فتاوی عالم گیری کی عبارت ''فی الحکم بشھادۃ شاھدین،، کا مفہوم ہے''دوگواہوں کی شہادت پر فیصلہ کے بارے میں،،۔اس کو یہ لازم نہیں ہے کہ خلیفہ نے فیصلہ صادر کردیا، بلکہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ خلیفہ نے''فیصلہ کے بارے میں،، شہادت لی اور اس کی تنفیذ کے لیے اپنے خط کے ذریعہ نقل شہادت کیا، اس طور پر یہ خط خلیفہ کے کیے ہوئے فیصلے سے متعلق نہ ہوا۔ایسے خط کو فقہا کتاب حکمی کہتے ہیں اور فیصلہ بھیجے تو اسے سجل کہتے ہیں۔مانع کے لیے اسی قدر کافی ہے۔

اور اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ خلیفہ نے اپنا فیصلہ لکھ کر بھیجا تو بھی وہ''بمنزلہ کتاب القاضی الی القاضی،، کی قید سے مقید ہے۔مگر یہ کہاں ہے کہ اعلان کے لیے بھیجا، جس سے اعلان کا غیر معتبر ہونا ثابت ہوجائے۔واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ سارے عالم اسلام کا فرمانروائے اعظم ہوتا تھا، اس کی خدمت میں کسی بھی ریاست بلکہ کسی بھی ملک کا مقدمہ دائر ہوسکتا تھا۔اب اگر اس نے کسی ملک یا کسی ریاست کے مقدمہ کا فیصلہ کرکے تنفیذ کے لیے اپنے قاضی کو خط لکھا تو خصم کہہ سکتا تھا کہ''یہ کتاب الخلیفہ نہیں ہے بلکہ مدعی نے جعل سازی کی ہے،، اور اس زمانے میں یہ آسانی نہ تھی کہ فوراً جانبین سے رابطہ قائم کرکے تحقیق پھر تصدیق حاصل کرلی جاتی، اس لیے خلیفہ اگر کسی شہر کے قاضی کے ذریعہ تنفیذ کرنا چاہتا تو اسے کتاب القاضی الی القاضی کے شرائط کی پابندی ضروری تھی تاکہ خصم کو مجال انکار نہ رہے اور خلیفہ کا فرمان رد ہونے سے محفوظ رہے۔

یہاں یہ امر بھی واضح رہے کہ خلیفہ پر قطعی یہ لازم نہیں کہ دیگر بلاد میں اپنے فیصلہ کو نافذ کرنے کے لیے انہیں بلاد کے قاضیوں کو واسطہ بنائے، بلکہ اسے اس کا بھی اختیار ہے کہ اپنے کسی آدمی کو تنفیذ کے لیے وہاں بھیج دے۔

فتاوی عالم گیری کے جزئیہ میں ''ان کتب الخلیفۃ الی قضاتہ،، کا لفظ ہے جس سے عیاں ہے کہ اگر اپنے

کسی شہر کے قاضی کو لکھے اور اس کا خط دو گواہوں کی شہادت پر فیصلہ سے متعلق بمنزلہ کتاب القاضی ہو تو شرائط کتاب القاضی کی رعایت کرے۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی شہر کے آدمی پر اپنا حکم نافذ کرنے کے لیے وہ وہاں کے قاضی ہی کا پابند ہے۔دونوں میں بڑا فرق ہے۔

جدید ذرائع ابلاغ سے ثبوت ہلال کے اعلان کو غیر معتبر ثابت کرنے کے لیے سیدی اعلی حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فتوے سے بھی استناد کیا جاتا ہے۔

''بعض لوگوں نے پیلی بھیت کے لیے چاہا تو انہیں جواب دیا گیا کہ جب تک دو شاہد عدل لے کر نہ جائیں پرچہ کافی نہ ہوگا اور بلاد بعیدہ کو کیوں بھیجے جاتے،،۔(فتاوی رضویہ ص:۵۳۲ ج:۴)

اس کا جواب یہ ہے کہ پیلی بھیت کے لیے پرچہ نہ دینے کی وجہ یہ تھی کہ اعلی حضرت قدس سرہ نے اسے اپنے حدود قضا میں شمار نہ کیا دوسرا ضلع ہونے کی وجہ سے وہاں کے قاضی کے لیے دو شاہدوں کے ساتھ کتاب القاضی لے جانے کی ضرورت محسوس کی۔

اس پر یہ اعتراض ہوا کہ اگر اعلی حضرت قدس سرہ نے اپنا دائرہ قضا صرف ایک ضلع بریلی تک محدود سمجھا تو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو پورے غیر منقسم ہندوستان کا قاضی کیسے مقرر کیا؟

اس کا جواب یہ دیا گیا کہ پیلی بھیت پرچہ بھیجنے سے انکار اور بریلی شریف میں پرچہ تقسیم کرانے کا واقعہ عید ۱۳۳۳ھ کا ہے۔اسی پرچہ سے متعلق بلند شہر سے ۲۹/ربیع الآخر ۱۳۳۴ھ میں سوال آیا ہے۔یہ وہ زمانہ ہے جب کہ حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمۃ والرضوان بقید حیات تھے۔وہ اعلی حضرت کے معاصر،اعلی حضرت سے عمر میں بہت زائد اور پورے پیلی بھیت کے اعلم علما بلا اختلاف تھے اس لیے پیلی بھیت کو ان کے دائرہ قضا میں ماننا اور اپنے دائرہ قضا سے خارج جاننا عین مطابق واقعہ ہے۔

اس زمانہ میں بدایوں،رام پور وغیرہ میں بھی اعلی حضرت قدس سرہ کے بہت سے معاصر ومخالف سنی علما موجود تھے جن کے حدود میں ان ہی کا حکم چلتا تھا اور اعلی حضرت قدس سرہ ان حدود سے تعرض نہ کرتے تھے،بلکہ بعض معاملات میں مسلم ریاست رام پور وغیرہ کے قاضی وحاکم کی جانب رجوع کی ہدایت بھی ''فتاوی رضویہ،، میں مذکور ہے۔

فتاوی رضویہ میں ہے:

''یہ مسئلہ پیلی بھیت کا ہے اور وہاں ان صفات مذکورہ کا کوئی عالم نہیں سوا مولانا محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی

دامت فیوضہم کے، تو ان کی طرف رجوع لازم اور ان پر واجب کہ بعد غور تمام وتحقیقات تام جملہ مسائل مذکورہ ومصالح نابالغین ومالہم وماعلیہم پر نظر غائر فرما کر حزم واحتیاط کامل سے کام لیں اور ذی رائے دین دار اہل سنت عمائد شہر کو رائے وشوری میں شریک کریں۔ وباللہ العصمۃ والتوفیق واللہ سبحانہ وتعالی اعلم. (فتاوی رضویہ ج:۵ص:۸۸۸۔۸۸۹، اشاعت بریلی شریف ومبارک پور/ فتاوی رضویہ مترجم ج:۱۳ص:۶۰۶)

اس لیے یہ ماننا قطعا مطابق واقعہ نہیں کہ اس وقت سرکار امام احمد رضا قدس سرہ اپنے کو پورے ملک کا قاضی القضاۃ مانتے تھے اور اپنا حکم قضا پورے ملک کے لیے واجب العمل جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شعبان ۱۳۳۹ھ میں جب آپ نے یہ محسوس فرمایا کہ برٹش حکومت اب زوال پذیر ہے اور اسلامی ریاستیں بھی ختم ہوسکتی ہیں اور مسلمانوں کے لیے اپنے معاملات کا تصفیہ دشوار ہوگا تو اس مسئلہ پر کئی دن غور کیا پھر ایک دن کمرے میں فرش بچھوایا، تخت لگوایا، صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو تخت پر بٹھایا اور لوگوں کی موجودگی میں یہ اعلان فرمایا کہ اللہ رب العزت کی جانب سے مجھے جو حق ملا ہے اس کے باعث میں مولانا امجد علی صاحب کو پورے ملک کا قاضی بناتا ہوں اور مولانا مصطفیٰ رضا و مولانا برہان الحق کو ان کا نائب ومعاون مقرر کرتا ہوں۔

(یہ بیان حضرت برہان ملت علیہ الرحمہ کے مضمون، شائع شدہ مفتی اعظم نمبر، استقامت کان پور اور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی خود نوشت سوانح عمر میں موجود ہے) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخر سال حیات میں جب اعلی حضرت قدس سرہ سے بعض حضرات نے گزارش کی تو اس وقت کئی دن غور وخوض کے بعد اپنی قرار واقعی حیثیت کے مطابق عمل شروع کرتے ہوئے اپنے تلمیذ ومرید افقہ علمائے موجودین صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو قاضی بنایا۔ یہ واقعہ بہت بعد کا ہے چھ سال قبل جو معاملہ ہوا اس کی وجہ وہی ہے کہ اپنا دائرہ عمل بریلی تک محدود رکھا اور محدث سورتی علیہ الرحمہ کے دائرہ عمل کے لیے کتاب القاضی الی القاضی ضروری قرار دیا۔ دوسری جانب سے تحقیق وتفتیش کی دشواری اور احتیاط پسندی کی توجیہ بھی معقول ہے۔

آج قاضی القضاۃ کا اعلان ریڈیو سے نشر ہونے کے ساتھ فوراً پورے ملک میں پھیل کر نافذ ہوسکتا ہے اور دوسرے کسی بھی مقام سے فون، موبائل وغیرہ کے ذریعہ صحت اعلان کی جانچ آسانی ہوسکتی ہے۔ ان حالات میں محتاط اور باوثوق ذرائع اختیار کرنے کے باوجود اعلان مذکور کو پورے ملک میں ناقابل عمل قرار دینے کے لیے کوئی قوی اور صریح دلیل پیش کرنا ضروری ہے۔

☆ بیع مساومہ: خرید کردہ قیمت کا اعتبار کیے بغیر کسی شے کو فروخت کرنا ☆

اس سلسلے میں مولانا محمد حنیف خاں صاحب نے مولانا قاضی عبدالرحیم صاحب ومولانا بہاء المصطفی قادری کے حوالہ سے یہ بھی بتایا کہ سرکار مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کا اعلان بریلی ضلع کے مختلف مقامات مثلاً بہیڑی وغیرہ میں ایک تحریر کی شکل میں لے کر ایک دو آدمی جاتے اور ہر جگہ اس کے مطابق عمل ہوتا۔ وہ تحریر نہ بطور کتاب القاضی الی القاضی ہوتی نہ ہی اس کی شرطوں کی کوئی رعایت ہوتی۔

مولانا محمد حنیف خاں رضوی نے بتایا کہ متعدد حضرات سے مجھے معلوم ہوا کہ آج بھی بریلی شریف میں دیگر مقامات کے لیے اعلان ہلال کا وہی طریقہ رائج ہے جو سرکار مفتی اعظم ہند کے زمانے میں تھا۔ اس سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ قاضی اپنے دائرہ قضا میں اعلان کے لیے کتاب القاضی الی القاضی کی شرائط کا پابند نہیں۔ ....واللہ تعالی اعلم۔

تقرر قضاۃ کے سلسلے میں ایک تجویز یہ پیش ہوئی کہ فرد کو قاضی بنانے کے بجائے علما کے ایک بورڈ کو قاضی مقرر کریں اور ایک بورڈ میں کم از کم تین منتخب علما شامل ہوں، ایک بورڈ صوبائی سطح کا ہو اور کچھ بورڈ کمشنری سطح کے ہوں۔

جن علاقوں میں مدارس اہل سنت پائے جاتے ہیں ان علاقوں میں ایسے مدرسہ میں "مجلس قضا" قائم کریں جہاں لوگ بآسانی پہنچ سکیں اور فقہ سے شغف رکھنے والے باصلاحیت اور باعمل تین علما کا بورڈ قائم کریں، اگر ضرورت ہو تو انہیں قضا کی تربیت بھی دی جائے۔

جن مدارس کی طرف مسلمانوں کا رجوع زیادہ ہو ان کا دائرہ قضا بھی اسی لحاظ سے وسیع رکھنا چاہیے، ثبوت ہلال کے مسئلے میں زیادہ توسیع نہ دی جائے لیکن فسخ نکاح بوجہ فقدان زوج، و بوجہ تعسر نفقہ، و بوجہ جنون، و عنت اور ان کے جیسے دوسرے مسائل میں دائرہ قضا اتنا وسیع کر دیا جائے کہ ریاستی سطح پر مسلمانوں کے خصومات وقضایا آسانی کے ساتھ فیصل ہو سکیں اور انہیں دربدر بھٹکنا نہ پڑے۔ البتہ یہ وسعت صرف "مرکزی مجلس قضا" تک محدود رہے، یا پھر کم از کم کمشنری سطح پر ایسے مقدمات کی سماعت اور فیصلے کے لیے مجلس قضا قائم کر دی جائے۔ مگر ہر صوبے میں کمشنری سطح پر مجلس قضا کا قیام قحط الرجال کی وجہ سے دشوار ہے۔

اور رویت ہلال کے مسئلے میں بھی یہ توسیع ہونی چاہیے کہ ایک مجلس قضا کا اعلان کم از کم پورے ضلع میں قابل عمل قرار پائے۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ:......

☆ بیع باطل: جو بیع نہ اصل کے اعتبار سے جائز ہو اور نہ ہی وصف کے اعتبار سے ☆

۱۔نمائندہ مدارس میں فقہ سے شغف رکھنے والے تین علما پر مشتمل مجلس قضا قائم کی جائے ،ساتھ ہی ان کے لیے قضا کی ٹریننگ کی سہولت بھی فراہم کی جائے۔

۲۔رویت ہلال کے مسئلے میں ان کا اعلان کم از کم پورے ضلع میں قابل عمل مانا جائے۔

۳۔فقدان زوج اور تعسر نفقہ وغیرہا وجوہ کے باعث فسخ نکاح، یا تفریق بوجہ لعان ومصاہرت، یتیموں کے لیے وصی کا تعین، جمعہ وعیدین کے لیے امام وخطیب کا تقرر، زکاۃ ودیگر صدقات واجبہ کی وصولی کے لیے عاملین کا تقرر اور اس طرح کے دوسرے امور کے لیے ''مرکزی مجلس قضا،، کا دائرہ کم از کم ایک یا دو چند ریاستوں کو عام ہو۔اور دو چند ریاستوں سے مراد ایسی ریاستیں ہیں جہاں مجلس قضا قائم نہ ہو سکے جیسے سکم، میگھالیہ، ناگالینڈ وغیرہ۔

مرکزی مجلس قضا کی حیثیت قاضی القضاۃ کی ہو جو اہل افراد کی شوریٰ سے ضلعی مجلس قضا میں حسب ضرورت ترمیم اور جزوی عزل ونصب کر سکے۔

اور ضلعی مجلس قضا کی حیثیت نائب قاضی کی مانی جائے، جو مرکزی مجلس کے ماتحت ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم۔

مجلس قضا قانونی ممانعت والے مقدمات مثل حدود وقصاص کے سوا تمام امور کے مقدمات کا فیصلہ کر سکتی ہے البتہ کچھ امور ایسے ہیں جن کے تعلق سے صرف قاضی شریعت یا مجلس قضا کا فیصلہ ہی قابل تنفیذ ہو سکتا ہے۔ایسے امور بھی کثیر ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

۱۔فسخ نکاح بوجہ فقدان زوج ۔۲۔فسخ نکاح بوجہ تعسر نفقہ۔۳۔فسخ نکاح بوجہ جنون ۔۴۔فسخ نکاح بوجہ عنت ۔۵۔فسخ نکاح بوجہ خیار بلوغ۔۶۔تفریق بین الزوجین بوجہ لعان ۔۷۔تفریق بوجہ حرمت مصاہرت ۔۸۔صغیر وصغیرہ بے ولی کا نکاح ۔۹۔یتیم بلا ولی کے وصی کا تقرر۔۱۰۔جمعہ وعیدین کے امام وخطیب کا تقرر۔۱۱۔عامل کا تقرر۔

اوران کے سوا بھی دوسرے بہت سے امور جن کی تفصیل فتاویٰ رضویہ جلد ۷ رسالہ الھبۃ الاحمدیہ میں ہے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

مسلمانوں کے معاملات اور اطفال مسلمین کے ولایات میں قاضی کا مسلمان ہونا شرط ہے۔.........غرض اسلامی ریاستوں میں قاضیان ذی اختیار شرعی کا موجود ہونا واضح اور جہاں اسلامی ریاست اصلاً نہیں وہاں اگر مسلمانوں نے باہمی مشورہ سے کسی مسلمان کو اپنے فصل مقدمات کے لیے مقرر کر لیا تو وہی قاضی شرعی ہے۔......... مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے کاموں میں اس کی طرف رجوع کریں اور اس کے حکم

☆احتکار: لوگوں کی ضرورت کے وقت گرانی کی نیت سے غلہ کو روکنا احتکار کہلاتا ہے☆

پر چلیں۔یتیمان بے ولی پر وصی اس سے مقرر کرائیں نابالغان بے وصی کا نکاح اس کی رائے پر رکھیں،،۔(فتاوی رضویہ ج:۷ص:۳۲۸،رضا اکیڈمی ممبئی)

’’اپنی ان دینی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے اپنی تراضی سے ان امور کا قاضی مقرر اور نصب امام وخطیب جمعہ وامام عیدین وتفریق لعان وعنین وتزویج قاصرین وقاصرات بلاولی وفسخ نکاح بخیار بلوغ وامثال ذلک امور جن میں کوئی مزاحمت قانونی نہیں اس کے ذمہ رکھنا بلاشبہہ میسر ہے،گورنمنٹ نے کبھی اس سے ممانعت نہ کی،جن قوموں نے اپنی جماعتیں مقرر کرلیں اور اپنے معاملات مالی ودیوانی قسم اول بھی باہم طے کر لیتے ہیں گورنمنٹ کو ان سے بھی کچھ تعرض نہیں۔(فتاوی رضویہ جلد۷ص:۵۰۴رضا اکیڈمی ممبئی)

مندوبین نے اس تجویز سے اتفاق کے ساتھ اس میں یہ ترمیم رکھی کہ مجلس قضا میں ایک شخص کی حیثیت صدر مجلس اور قاضی کی ہو،باقی دو نائب قاضی ہوں۔اس کے بعد اس پر عمل درآمد کے لیے محنت اور تگ ودو کی ضرورت بتائی اور یہ طے ہوا کہ اس طرح اگر کام ہوجائے تو بہتر ہے ورنہ ہر علاقہ کے اعلم علما کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے معاملات مسلمین کے تصفیہ وحل کا کام انجام دینا چاہیے۔واللہ تعالی اعلم

ایک ضمنی بحث یہ درپیش آئی کہ دیہات میں قاضی اور قضا کا عمل ہوسکتا ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ دیا گیا روایت نوادر کی روشنی میں دیہات کے اندر قاضی اور عمل قضا ہوسکتا ہے۔اسی پر فتوی ہے۔اس کی دلیل میں درج ذیل جزئیات ہیں۔

(۱)قلده قضاء بلد كذا،لايدخل السواد والقرى بلانص عليه،وهذا على رواية النوادر مستقيم لان المصر شرط لنفاذ القضاء ،وعلى غير رواية النوادر فلايدخل القرى وان نص عليه،لعدم نفاذ القضاء فيه،والماخوذ رواية النوادر للحاجة.(بزازيه هامش هنديه۵/۱۳۵)

(۲)قضى في الرستاق نفذ ،لان على رواية النوادر وهو الماخوذ .المصر ليس بشرط لنفاذ القضاء .(بزازيه برهامش هنديه۵/۱۷۴ ،هنديه ۳/۳۱۵،۳۳۹،خانيه برهامش هنديه)

(۳)المصر شرط لنفاذ القضاء وفي رواية النوادر لا ،فينفذ في القرى،وفي عقار لافي ولايته على الصحيح .خلاصة (وبه يفتى)بزازيه(۸/۳۴درمختار مع ردالمحتار،اوائل كتاب القضاء)

☆اجارہ: کسی چیز کے معین معلوم منافع کو معین معلوم قیمت پر فروخت کرنا اجارہ ہے☆

(۴) قال شمس الائمة السرخسي رحمه الله تعالى في ظاهر الرواية عن ابى حنيفة رحمه الله تعالى المصر شرط لنفاذ القضاء، هكذا ذكر الخصاف رحمه الله تعالى، واليه اشار محمد رحمه الله تعالى فى الكتاب، وعن ابى يوسف رحمه الله تعالى المصر ليس بشرط لنفاذ القضا، (خانيه برهامش هنديه ۴۵۰/۲) والله تعالى اعلم.

سوال: قاضی نے اپنے حدود قضا سے باہر رہ کر بوجہ شہادت شرعیہ کوئی فیصلہ کیا اور اس کا اعلان جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ٹیلی فون، فیکس وغیرہ سے کیا تو کیا وہ اعلان اس کے حدود قضا میں نافذ العمل ہوگا؟

جواب: قاضی اپنے حدود قضا سے باہر رہ کر اپنے حدود قضا کے لیے بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔

عنایہ میں ہے:

قول القاضي في غير موضع قضائه كقول واحد من الرعايا (ج:٦ ص:٣٨٧)

بحرالرائق میں ہے:

القاضي انما يصير قاضيا اذا بلغ الموضع الذى قلد فيه القضاء. ا ه (ج:٧ ص:٧) والله تعالى اعلم.

سوال: اگر قاضی کو اپنے حدود ولایت سے باہر رہ کر اپنے دائرہ ولایت کے لیے کوئی فیصلہ کرنے کا حق نہیں ہے تو کیا جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعہ کسی پیش آمدہ مسئلے میں فیصلہ کرنے کے لیے کسی کو اپنا نائب بنا سکتا ہے؟

جواب: وہ قاضی جسے اپنا نائب مقرر کرنے کا حق شرعاً حاصل ہے وہ اپنے حدود قضا کے لیے جدید ذرائع ابلاغ مثلاً ٹیلی فون، فیکس، ای میل کے ذریعہ اپنا نائب وخلیفہ بنا سکتا ہے۔ البتہ جس کے پاس اس قسم کا فون، فیکس یا ای میل آئے وہ دوبارہ اصل قاضی سے رابطہ کر کے تحقیق کر لے کہ واقعتاً اسی کا فون، فیکس، ای میل ہے۔

بحرالرائق میں ہے:

وظاهر اطلاقهم ان الماذون له بالاستخلاف صريحا او دلالة يملكه قبل الوصول الى محل قضائه كما يملكه بعده، وقد جرت عادتهم اذا ولوا ابلد السلطان قضاء بلدة بعيدة بارسال خلفة يقوم مقامهم الى حضورهم، وقد سئلت عنها فى سنة تسع وتسعين وتسع مائة فاجبت بذلك، والله الموفق. (ج:٧ ص:٧)..... والله تعالى اعلم ......

(بشکریہ معاصر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ انڈیا)

☆ اقالہ: خرید وفروخت کے معاملہ کو ختم کرنا اقالہ کہلاتا ہے ☆